یادِ رفتگاں

مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ کراچی

فرنگی محل کا آخری چراغ

یا یوں کہیئے کہ بحر العلومی درسگاہ کی آخری یادگار مولانا ابو القاسم محمد عتیق جو ملا نظام الدین صاحب درس نظامی کی چھٹی پشت میں تھے اور نسب کے اعتبار سے انصاری اور باطنی نسبت کے لحاظ سے قادری تھے۔ ۷۱ برس کی عمر پاکر ۲۷ مئی ۱۹۷۷ء کو واصل بحق ہو گئے۔

راقم الحروف کو ان سے نیاز حاصل کرنے کا سب سے پہلا موقع جولائی ۱۹۶۱ء میں ملا تھا۔ میں لکھنؤ پہنچا ہوا تھا، حاضری کا مقصد اپنے مخدوم حضرت مولانا عبد الباریؒ سے حصول فیض تھا، حضرت نے خوب خوب نوازا، عرفی معنی میں بھی اور ایک شیخ عالی نسبت کی حیثیت سے بھی، ایک روز فرمانے لگے کہ چلئے آپ کو فرنگی محل دکھلا لاؤں، فرنگی محل کے علماء میں تین حضرات سے تو مجھے نیاز حاصل ہی تھا، ایک تو حضرت مولانا قطب میاں (قطب الدین عبد الوالیؒ) برادر زادہ و خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ دوسرے مولانا جمال میاں زاد فضلہ (صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ) اور تیسرے مولانا صبغۃ اللہ شہید مرحوم۔ حضرت مولانا قطب میاںؒ رحلت فرما چکے تھے۔ مولانا جمال میاں صاحب پاکستان میں تھے۔ البتہ مولانا شہید وہیں تھے، میرے مخدوم مجھے فرنگی محل جو لے گئے تو پہلے مولانا شہید ہی کے دولت کدہ پر۔ مگر وہ لکھنؤ سے باہر کہیں گئے ہوئے تھے، ان کے صاحبزادہ مولانا ہاشم صاحب سے نیاز حاصل ہوا، دیکھا کہ وہ اتباع شریعت میں اپنے والد ماجد سے بڑھے ہوئے نظر آتے اور سنا کہ ایک خوش بیان واعظ کی حیثیت سے بھی انہیں شہرت حاصل ہے۔ یہاں دس پندرہ منٹ کی نشست رہی، یہاں سے اٹھ کر اب ہم آئے حضرت مولانا حافظ قاری مفتی ابو القاسم محمد عتیق صاحب انصاری کے مدرسہ و قیام گاہ آستانہ حمیدیہ ٹکسال پر، مولانا گھر کے اندر تھے، اطلاع پاکر باہر تشریف لائے۔ حضرت مولانا عبد الباری صاحب سے بڑے تپاک سے ملے۔ اپنی جائے نشست پر بیٹھنے کی فرمائش کی۔ ادھر سے گو انکار ہوتا رہا، مگر انکار پر بالآخر اصرار غالب آگیا اور حضرت نے صاحبِ خانہ کی فرمائش پوری فرما دی مگر صدر نشین ہو کر بھی کمال عجز کا مرقعہ

بن کر بیٹھے، بزرگوں کی صحبت میں یہی رنگ ڈھنگ تو دیکھنے اور سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ بہرحال اس کے بعد حضرت نے اس غریب الوطن کا تعارف مولانا انصاری سے کرایا۔ اور جان تعارف وہی نسبت سلیمانیہ کا اظہار تھا۔ بس اس نسبت کا کھلنا تھا کہ مولانا بڑی شفقت و محبت سے متوجہ ہوئے، فرمایا کہ آپ کی کتاب (تذکرۂ سلیمان) کی تعریف بہت سنی ہے۔ مگر دیکھنے کا موقع نہیں ملا، عرض کیا کہ کراچی پہنچتے ہی اس کا ایک نسخہ خدمت والا میں بھیج دوں گا۔

اس کے بعد حضرت سے مخاطب ہوکر اور میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "آپ کو اپنا مسودہ دکھلادوں، شاید آپ کے ذریعہ کراچی میں اسکی اشاعت کا سامان ہوجائے۔؟" حضرت نے فرمایا: "جی ہاں ضرور دکھلا دیجئے۔ مولانا فوراً اٹھے الماری کھولی اور ایک ضخیم مسودہ نکال میرے ہاتھوں میں لاکر رکھ دیا۔ مسودہ کیا تھا، مبیضہ کی بھی کہنا چاہیئے کہ ایک مثال، اندازہ ہوا کہ مولانا کس قدر خوش نویس بھی ہیں۔ یہ تھا قرآن پاک کا ترجمہ اور اس پر سہ گانہ حاشیہ جو منفرد نوعیت کا نظر آیا۔ اسکی کچھ تفصیل مولانا نے اپنی زبان سے بھی فرما دی۔ کھول کر ادھر ادھر سے دو ایک مقامات دیکھے اور ایک کمترین اور کم سواد کیطرف سے تحسین کا ہدیہ جس ادب سے پیش ہونا چاہیئے تھا، پیش کر دیا گیا، مولانا مسرور ہوئے، دعا دی اور فرمایا کہ کراچی میں اسکی اشاعت کیلئے ناشروں سے بات کیجئے، مالی منفعت قطعاً پیش نظر نہیں بلکہ صرف یہ شائع ہوجائے،

اس ضروری گفتگو کے بعد عام بات چیت رہی، سادگی کے ساتھ چائے کی ضیافت سے بھی نوازا گیا، پھر ہم دونوں خادم و مخدوم وہاں سے رخصت ہوکر جب گھر لوٹے تو راستہ میں حضرت مولانا عبدالباریؒ صاحب نے مولانا مفتی محمد عتیق صاحب کے زہد و تقویٰ کا تذکرہ دیر تک فرمایا، فرمایا کہ مجھے مولانا کی یہ بات کھٹکتی تھی وہ تعویذ لکھ کر اس پر ہدیہ بھی لیتے ہیں[1] گو وہ ہدیہ بہت ہی معمولی ہوتا ہے مگر بعد کو یہ بات وثوق سے معلوم ہوئی کہ وہ اس پیسے سے ایک حبہ بھی اپنی ذات پر خرچ نہیں فرماتے۔ بعض مرتبہ فاقہ تک کی بھی نوبت گھر میں آئی مگر نہ اس کا اظہار ہونے دیا اور نہ اس آمدنی کو ہاتھ لگایا۔ بلکہ یہ آمدنی مدرسہ کے غریب طلبہ کے لئے وقف رہی، مولانا کے اس طرز سے دل میں بڑی عظمت پیدا ہوئی۔" —— واقعی یہ زہد اور لومۃ لائم سے بے پروائی کی کیسی نادر مثال ہے۔

مولانا سے دوبارہ نیاز ۱۹۶۵ء میں حج کی حاضری کے وقت مکہ مکرمہ میں حاصل رہا۔ پھر ۱۹۷۰ء میں جب

---

[1] مولانا کے تعویذوں کی تیر تاثیری کا لکھنؤ میں بڑا شہرہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالباری صاحب فرماتے تھے کہ خود انکی صاحبزادی جب برسوں کی علالت میں ہر علاج سے شفایاب نہ ہوئیں۔ تو پھر حضرت مولانا عتیق صاحب کا تعویذ شفائے کامل کا سبب بن گیا۔

مولانا اپنے ترجمۂ قرآن کی طباعت واشاعت کی غرض سے خاص طور پر کراچی تشریف لائے اور کئی مہینے یہاں مقیم رہے تو ملاقات کی سعادت ملتی رہی، جب دیکھا ان کی عالمانہ شخصیت پر مسکنت اور درویشی کا رنگ غالب نظر آیا، وہ ایک کم سخن اور نرم گو بزرگ تھے۔ ایک حاضری میں حضرت ممدوح نے مجھ سے فرمایا کہ "۱۳۶۱ھ م ۱۹۵۰ء کے حج کی حاضری میں میں نے اور حضرت سید صاحبؒ نے ایک ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر توفیق الشبلی الطرابلسی الشامی ثم المدنیؒ سے سندِ حدیث حاصل کی تھی، اور یہ سند بہت عالی ہے۔" چنانچہ اس سند کا ایک مطبوعہ نسخہ اپنی شفقت سے مجھے عطا کیا۔ یہ سند ان دونوں حضرات سے بارہ واسطوں کے ساتھ امام بخاری قدس سرہٗ اور پندرہ واسطوں سے امام مسلم نور اللہ مرقدہٗ تک پہنچتی ہے۔ اور اس پر تاریخ اجازت ۱۰ر محرم ۱۳۶۱ھ پڑی ہے۔

حضرت مولانا عتیق صاحبؒ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

مولانا ابوالقاسم محمد عتیق بن مولانا ابوالحامد محمد عبدالحمید بن مولانا ابوالحیا عبدالحلیم بن مولانا ابوالبقا محمد عبدالحکیم بن مولانا ابوالعیش محمد عبدالرب بن ملک العلماء ابوالعیاش عبدالعلی محمد بحرالعلوم بن استاذ الہند ملا نظام الدین محمد (بانیٔ درس نظامی) بن حضرت ملا قطب الدین شہید سہالوی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

مولانا کا سنہ ولادت ۱۳۲۶ھ اور تاریخ ۷ر جمادی الثانی ہے۔ تیرہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ اور پہلا محراب ۱۳۳۹ھ میں سنایا۔ ۱۳۴۰ھ میں فارغ التحصیل بھی ہوئے اور اپنے والد ماجد کے دستِ مبارک پر قادریہ سلسلہ میں بیعت کی اور بعد کو خلافت بھی پائی۔

مولانا کو قرآن پاک اور ذات محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم سے عشق تھا۔ اس لئے انہیں دونوں موضوعات کی علمی خدمت کا شرف حاصل رہا۔ قرآن پاک کے آداب تلاوت پر ایک رسالہ، احکام القرآن میں ایک کتاب، سورۃ والضحیٰ اور الم نشرح کی تفسیر وغیرہ لکھی، سیرۃ محب طبری کا ترجمہ کیا اور "مسبل الصواف علیٰ سید الکائنات" کے زیر عنوان درود شریف کا مجموعہ مرتب فرمایا۔ مگر سب سے بڑا اور اہم کارنامہ مولانا کا سلیس اور بامحاورہ ترجمۂ قرآن اور اس کے ساتھ انوکھے حواشی ہیں۔ جنکی قدرے تفصیل بیان کرنا ضروری ہے۔

رکن ایمان ترجمۂ قرآن | یہ حضرت فرنگی محل کے ترجمۂ قرآن کا نام ہے۔ اس ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ سلیس بھی ہے اور جاندار بھی، اس میں قرآنی کلمات کا پورا اتباع بھی ہے اور زبان اردو کے محاورہ کی رعایت بھی، یہ زبان کے اعتبار سے جدید بھی ہے۔ مگر تجددانہ رنگ آمیزی اور خواہ مخواہ کی انشاء پردازی سے پاک بھی، حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ جنہیں قرآن فہمی کا خاص ذوق حاصل تھا، اس ترجمہ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں کہ:

"ترجمہ لفظی نہیں محاورہ کا ہے، توسین کی مدد سے مطالب کو اور بھی کھول دیا گیا ہے۔

نیز قلم ماشاء اللہ سلفی۔ فرنگی محلی۔ ہے، اس لئے تجدّد کی کسی ضلالت کا کیا جمہور امت کے خلاف کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بے احتیاطی کا بھی احتمال نہیں۔ بے کھٹکے عوام و خواص سب مستفید ہو سکتے ہیں۔"

عرائس العنوان لآیات القرآن منفرد نوعیت کے سہ گانہ حواشی جو مولانا فرنگی محلی نے تحریر فرمائے ہیں ان میں سے پہلے حاشیہ کا عنوان ہے۔ عرائس العنوان۔ اس میں ہر آیت پاک سے ماخوذ اور مستنبط مضامین اور ارشادات قرآنی کے مطالب عنوان کی صورت میں درج کر دئے گئے ہیں اور بقول محشی گرامی اس میں نہ صرف دلالت النص ہی پر اکتفا کی ہے بلکہ اشارۃ النص کی جانب بھی توجہ رکھی ہے۔ اور جن اعیان و افراد یا جن اقوام و ملل یا مقامات کا تذکرہ تعیین نام و تخصیص مقام کیساتھ نہیں فرمایا گیا ہے۔ ان کی بھی تعیین قول مشہور کے مطابق کر دی ہے۔"

عنوانات اس کے بعد دوسرا حاشیہ ہے "عنوانات" اس کے تحت ہر مضمون کے متعلق ایک کلیدی عنوان قائم کیا گیا ہے۔ جس سے آیتوں کے عنوان کی تلاش میں بڑی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ اور اس نوعیت کی خدمت پہلی بار انجام پا گئی ہے۔

التوضیح العجیب یہ تیسرا حاشیہ ہے جسمیں ڈیڑھ سو ایسی آیتوں کی تفسیر لکھی گئی ہے، جن میں شانِ رسالت اور منصب نبوت یا بالخصوص ذاتِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی عظمت سے متعلق کوئی شبہ ذہن میں پیدا ہو سکتا ہو، اس کا تشفی بخش ازالہ کر دیا گیا ہے، اور اس میں تمام مستند تفاسیر سے مدد لی گئی ہے۔ اور یہ حواشی بڑے تفصیلی اور ٹھوس علمی قسم کے ہیں۔

یہ تینوں حواشی متنِ قرآنی کے کنارے تین کالم بنا کر لکھے گئے ہیں اور یہ صورت گری خود محشی گرامی نے فرمائی ہے۔ مذکورہ حواشی سے متعلق صاحب تفسیرِ ماجدی (مولانا عبدالماجد دریابادی ؒ) نے لکھا ہے کہ: "اتنے التزامات کیساتھ یقیناً کوئی مثال اس قسم کی خدمتِ قرآنی کی اس سے پہلے نہیں ملتی۔"

حواشی کے علاوہ ایک خوبی کا ریہ بھی ہے کہ اس میں حضرت فرنگی محلی نے ہر سورۃ کے آغاز پر اس سورۃ سے پہلے اور بعد میں نازل ہونے والی سورتوں کے نام بھی تحریر فرما دئے ہیں۔ یہ عظیم خدمت ۱۳۷۴ھ میں انجام پائی ہے۔

مولانا نے اپنی اس خدمت کا "انتساب و پیشکش" جو تحریر فرمایا ہے۔ وہ ایک حب نبوی کے متوالے ہی کے قلم کی زرنگاری ہو سکتی ہے۔ ایک بڑے صفحہ کے اس انتساب کی ایک ایک سطر بحرِ عشقِ نبوی کی ایک ایک ساحل شکن موج ہے ؎

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب تو نے یہ مئے ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

اس کے بعد اور دو تعارفی تحریریں مصنف گرامی کے قلم سے ہیں۔ ایک کا تاریخی عنوان ہے " تعارف برکت (۱۳۷۴ھ) اور دوسرے کا ہے " دیباچۂ عرائس العنوان "۔ ان دونوں تحریروں کے درمیان پھر ایک تاریخی عنوان ہے " اکابر مشاہیر کی تنقید "۔ اس میں بھی سنہ ۱۳۷۲ھ نکل آتا ہے۔ اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو تاریخ نکالنے کا بھی ملکہ حاصل تھا۔ بہرحال اس عنوان کے تحت جن حضرات کے آثار درج کئے گئے ہیں، وہ علی الترتیب یہ ہیں :۔

۱۔ محدث جلیل مولانا حلیم عطاؒ
۲۔ مولانا عبد الباری ندویؒ
۳۔ مولانا عبد الماجد دریا بادیؒ
۴۔ مولانا قمر الدین قادری پھلواری سابق امیر شریعت بہار۔
۵۔ مولانا سید عز الدین قادری ندوی پروفیسر شمس الہدیٰ پٹنہ
۶۔ مولانا عبد اللہ عباس ندوی، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ۔
۷۔ مولانا محمد یوسف بنوری مدیر مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی۔

بہرحال ایک خاص قرآنی خدمت مولانا محمد عتیقؒ کے ہاتھوں اس دور میں انجام پا گئی، حسرت اس بات کی ہے کہ تقسیم ہند سے قبل کے دور میں جو باکمال ہستیاں کسی بھی شعبۂ علم و عمل میں پیدا ہو گئیں، ان کا بدل آج تصور سے باہر ہے۔ ایک ایک کر کے یہ ہستیاں اٹھتی جاتی ہیں اور جگہ خالی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ فیا اسفا۔

حضرت محمد حسن صاحب کاکوروی مدظلہ (مجاز صحبت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ) نے بتلایا کہ انہیں حضرت مولانا محمد عتیقؒ کے صاحبزادہ نے لکھنؤ سے [illegible] کہ جنازۂ عتیق میں دو لاکھ غمگساروں کا اژدہام تھا، راقم الحروف کا قیاس ہے کہ اس مسکین صفت عالم ربانی کے ان سوگواروں میں اکثریت مساکین ہی کی ہو گی۔ یہ بادشاہی بس انہی فقرائے الٰہی کے حصہ میں آئی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

پی سی ٹی
مارکہ
پرزہ جات سائیکل
پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور معیاری
بٹ سائیکل سٹورز۔ نیلا گنبد۔ لاہور
فون نمبر 65309